بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ الحج (22)

آیت نمبر (42 تا 48)

ب ء ر

(ف) بَاَرَ ا گڑھا کھودنا۔

بِئۡرٌ کنواں۔ (مؤنث سماعی ہے) زیر مطالعہ آیت۔45۔

ع ط ل

(ن) عَطَالَةً مزدور کا بیکار ہونا۔

(تفعیل) تَعۡطِيۡلًا کسی چیز کا بیکار چھوڑ دینا۔ مویشیوں کو چرواہے کے بغیر چھوڑ دینا۔ ﴿ وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۙ﴿۴﴾ ﴾ ''اور جب اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی۔'' (81/التکویر:4)

مُعَطَّلَةٌ اسم المفعول ہے۔ بیکار چھوڑی ہوئی۔ زیر مطالعہ آیت۔45۔

ترکیب

آیت۔44) نَكِيۡرِ کی جر بتا رہی ہے کہ یہاں یائے متکلم محذوف ہے یعنی یہ نَكِيۡرِىۡ ہے۔ (آیت۔45) بِئۡرٍ اور قَصۡرٍ کی جر بتا رہی ہے کہ یہ دونوں كَاَيِّنۡ مِّنۡ پر عطف ہیں۔ (آیت۔46)۔ فَاِنَّهَا میں اِنَّهَا ضمیر الشان ہے۔

ترجمہ

وَاِنۡ	يُّكَذِّبُوۡكَ	فَقَدۡ كَذَّبَتۡ	قَبۡلَهُمۡ	قَوۡمُ نُوۡحٍ	وَّعَادٌ	وَّثَمُوۡدُ ۙ﴿۴۲﴾
اور اگر	یہ لوگ جھٹلاتے ہیں آپ ؐ کو	تو جھٹلا چکی ہے	ان سے پہلے	نوحؑ کی قوم	اور عاد	اور ثمود

وَقَوۡمُ اِبۡرٰهِيۡمَ	وَقَوۡمُ لُوۡطٍ ۙ﴿۴۳﴾	وَّاَصۡحٰبُ مَدۡيَنَ ۚ	وَكُذِّبَ	مُوۡسٰى	فَاَمۡلَيۡتُ
اور ابراہیمؑ کی قوم	اور لوطؑ کی قوم	اور مدین والے	اور جھٹلایا گیا	موسیٰ علیہ السلام کو	تو میں نے ڈھیل دی

لِلۡكٰفِرِيۡنَ	ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ ۚ	فَكَيۡفَ	كَانَ	نَكِيۡرِ ﴿۴۴﴾
انکار کرنے والوں کو	پھر میں نے پکڑا ان کو	تو کیسا	تھا	میرا عدم عرفان

فَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ	اَهۡلَكۡنٰهَا	وَ	هِىَ	ظَالِمَةٌ	فَهِىَ
تو بستیوں میں سے کتنی ہی ہیں	ہم نے ہلاک کیا جن کو	اس حال میں کہ	وہ	ظلم کرنے والی تھیں	نتیجتاً وہ

خَاوِيَةٌ	عَلٰى عُرُوۡشِهَا	وَبِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ	وَّقَصۡرٍ مَّشِيۡدٍ ﴿۴۵﴾
اوندھی پڑی ہیں	اپنی چھتوں پر	اور کتنے ہی بیکار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں	اور کتنے ہی مزین کئے ہوئے محل (خالی پڑے) ہیں

اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا	فِى الۡاَرۡضِ	فَتَكُوۡنَ	لَهُمۡ	قُلُوۡبٌ	يَّعۡقِلُوۡنَ
تو کیا انہوں نے سیر نہیں کی	زمین میں	تاکہ ہوتے	ان کے لیے	کچھ ایسے دل	وہ لوگ عقل کرتے

بِهَآ	اَوْ اٰذَانٌ	يَّسْمَعُوْنَ	بِهَا	فَاِنَّهَا	لَا تَعْمَى	1332 الْاَبْصَارُ
جن سے	یا کچھ ایسے کان	وہ لوگ سنتے	جن سے	تو حقیقت یہ ہے	اندھی نہیں ہوتیں	آنکھیں

وَلٰكِنْ	تَعْمَى	الْقُلُوْبُ	الَّتِيْ	فِي الصُّدُوْرِ ۝٤٦	وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ
اور لیکن	اندھے ہوتے ہیں	دل	وہ جو	سینوں میں ہیں	اور یہ لوگ جلدی طلب کرتے ہیں آپؐ سے

بِالْعَذَابِ	وَلَنْ يُّخْلِفَ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗ	وَاِنَّ	يَوْمًا	عِنْدَ رَبِّكَ
عذاب کو	اور ہرگز خلاف نہیں کرے گا	اللہ	اپنے وعدے کے	اور بیشک	ایک دن	آپؐ کے رب کے پاس

كَاَلْفِ سَنَةٍ	مِّمَّا	تَعُدُّوْنَ ۝٤٧	وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ	اَمْلَيْتُ	لَهَا
ہزار سال کی مانند ہے	اس میں سے جو	تم لوگ گنتے ہو	اور بستیوں میں سے کتنی ہی ہیں	میں نے ڈھیل دی	جن کو

وَ	هِيَ	ظَالِمَةٌ	ثُمَّ اَخَذْتُهَا	وَاِلَيَّ	الْمَصِيْرُ ۝٤٨ ع
اس حال میں کہ	وہ	ظلم کرنے والی تھیں	پھر میں نے پکڑا ان کو	اور میری طرف ہی	لوٹنا ہے

نوٹ: 1

آیت 46۔ کا مطلب یہ ہے کہ تباہ شدہ تہذیبوں اور قوموں کے آثار اور کھنڈرات اللہ نے زمین پر چھوڑے ہی اس لیے ہیں کہ ان کو دیکھ کر اور ان کی داستانیں سن کر لوگ عبرت حاصل کریں اور اپنا طرزِ عمل درست کریں لیکن لوگ ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ عرب کے شعراء ان آثار پر تو خون کے آنسو روتے تھے اور لوگوں کو رلاتے تھے لیکن اس سے آگے بڑھ کر انہوں نے تاریخ کے ان آثار اور کھنڈرات سے کوئی سبق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہی حال آج کے ماہرین آثار قدیمہ کا ہے۔ انہوں نے کھدائیاں کر کے بےشمار آثار سے عجائب خانے تو بھر دیئے لیکن ان کی ساری تحقیق صرف اس پر مرتکز ہے کہ یہ آثار پانچ ہزار سال پرانی تہذیب کے ہیں یا سات ہزار برس پہلے کی تہذیب کے ہیں لیکن وہ اصل حقیقت جس کی طرف یہ آثار اشارہ کر رہے ہیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔

نوٹ: 2

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نے ترجمہ سے قرآن نہیں پڑھا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ قرآن کیا ہے۔ میں ایک بینک منیجر کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک گلوب رکھا تھا جس کا آدھا حصہ اندھیرے میں تھا۔ پہلی نظر میں ایسا لگا کہ گلوب ساکت ہے لیکن غور سے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ گردش کر رہا ہے اور اس کے علاقے باری باری اندھیرے سے نکل کر روشنی میں اور روشنی سے نکل کر اندھیرے میں جا رہے ہیں۔ پھر میں نے گھڑی سے چیک کیا تو معلوم ہوا کہ اس گلوب کی ایک گردش ڈھائی منٹ میں پوری ہوتی ہے۔ اس وقت مجھے خیال آیا تھا کہ اس قلوب پر اگر کوئی مخلوق آباد ہوتی تو ان کا ایک دن ہمارے ڈھائی منٹ کے برابر ہوتا۔ پھر جب قرآن میں زیر مطالعہ آیت ۴۷ پڑھی تو مجھے وہ گلوب یاد آیا اور بات سمجھ میں آ گئی کہ اس کائنات میں کہیں کوئی ایسا سیارہ موجود ہے جس کے گلوب کی ایک گردش ہمارے ایک سال میں پوری ہوتی ہے۔ پھر جب سورۂ معارج کی آیت۔ ۴ پڑھی تو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا سیارہ بھی ہے جس کے گلوب کی ایک گردش ہمارے پچاس ہزار سال میں پوری ہوتی ہے۔ میں نے سائنس نہیں پڑھی ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ آئن سٹائن کی TIME AND SPACE تھیوری کیا ہے۔ لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی مسلمان

سائنسدان اس تھیوری کا جائزہ لے اور بتائے کہ یہ تھیوری قرآن کے حقائق کے مطابق ہے یا اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے۔

1332

آیت نمبر (49 تا 54)

ترجمہ

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	اِنَّمَآ	اَنَا	لَكُمْ	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ ج
آپ کہیے	اے لوگو	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں	تم لوگوں کے لئے	ایک واضح خبردار کرنے والا ہوں

فَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾
پس وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور عمل کئے	نیکیوں کے	ان کے لئے	مغفرت ہے	اور باعزت روزی ہے

وَالَّذِيْنَ	سَعَوْا	فِيْٓ اٰيٰتِنَا	مُعٰجِزِيْنَ	اُولٰٓئِكَ
اور جن لوگوں نے	بھاگ دوڑ کی	ہماری نشانیوں میں	(ان کو) عاجز کرنے والے ہوتے ہوئے	وہ لوگ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾	وَمَآ اَرْسَلْنَا	مِنْ قَبْلِكَ	مِنْ رَّسُوْلٍ	وَّلَا نَبِيٍّ
دوزخ والے ہیں	اور ہم نے نہیں بھیجا	آپ سے پہلے	کوئی بھی رسول	اور نہ ہی کوئی نبی

اِلَّآ	اِذَا	تَمَنّٰٓى	اَلْقَى	الشَّيْطٰنُ	فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ج	فَيَنْسَخُ	اللّٰهُ
مگر یہ کہ	جب	وہ تمنا کرتے	تو ڈالتا	شیطان	ان کی خواہش میں	پھر منسوخ کرتا ہے	اللہ

مَا	يُلْقِى	الشَّيْطٰنُ	ثُمَّ يُحْكِمُ	اللّٰهُ	اٰيٰتِهٖ ط	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ
اس کو جو	ڈالتا ہے	شیطان	پھر محکم کرتا ہے	اللہ	اپنی نشانیوں کو	اور اللہ	جاننے والا ہے

حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لا	لِّيَجْعَلَ	مَا	يُلْقِى	الشَّيْطٰنُ	فِتْنَةً	لِّلَّذِيْنَ
حکمت والا ہے	تاکہ وہ بنائے	اس کو جو	ڈالتا ہے	شیطان	ایک آزمائش	ان کے لیے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	وَّالْقَاسِيَةِ	قُلُوْبُهُمْ ط	وَاِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ
جن کے دلوں میں	کوئی بیماری ہے	اور سخت ہونے والے ہیں	جن کے دل	اور بیشک	ظلم کرنے والے

لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ لا	وَّلِيَعْلَمَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا	الْعِلْمَ ،	اَنَّهُ
یقیناً ایک دور والی مخالفت میں ہیں	اور تاکہ جان لیں	وہ لوگ جن کو	دیا گیا	علم	کہ یہ ہی

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ	فَيُؤْمِنُوْا	بِهٖ	فَتُخْبِتَ	لَهٗ
حق ہے آپ کے رب (کی طرف) سے	نتیجتاً وہ لوگ ایمان لائیں	اس پر	نتیجتہً عاجزی اختیار کریں	اس کے لیے

قُلُوْبُهُمْ ط	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهَادِ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا	اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٤﴾
ان کے دل	اور بیشک اللہ	یقیناً ان کو ہدایت دینے والا ہے جو	ایمان لائے	سیدھے راستے کی طرف

نوٹ: 1

آیت نمبر۔ 52 کے دو معانی کئے گئے ہیں۔ ایک وہ جس کو ہم نے ترجیح دی ہے۔ اس میں یہ محذوف ہے کہ نبی کس بات کی تمنا کرتا ہے اور

شیطان ان کی تمنا میں کیا ڈالتا ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کی تمنا تو شب و روز یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کی ہدایت اترے۔ اس کے لیے وہ طرح طرح کے جتن کرتے رہتے ہیں۔ لیکن شیاطین ہر وقت ان کی گھات میں رہتے ہیں اور جہاں ان کو نبی کی کوئی بات بنتی نظر آتی ہے فوراً اس کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں اَلشَّیۡطٰنُ پر لام جنس ہے اور اس سے مراد شیطان جن و انس دونوں ہیں۔ یعنی دونوں گٹھ جوڑ کر کے نبی کو شکست دینے کے لیے ایک متحدہ محاذ بنا لیتے ہیں۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

اس آیت کے دوسرے معنی کی بنیاد یہ ہے کہ عربی میں تَمَنّٰی کا لفظ تلاوت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور اُمۡنِیَّۃٌ تلاوت کی ہوئی بات کو بھی کہتے ہیں اس لحاظ سے اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ جب کوئی نبی کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے تو شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت کے بارے میں سننے والوں کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ (۱۷۳/۲) پڑھ کر سنائی تو شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہوا حرام کہتے ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند ؒ سے ماخوذ)

آیت نمبر (55 تا 59)

ذ ک ر

(س) عَقۡمًا : کسی چیز کا ایسا خشک ہونا کہ اس میں کوئی چیز جذب نہ ہو سکے۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ متعدد معانی میں آتا ہے۔ بے برکت ہونا۔ بانجھ ہونا۔ سخت ہونا۔ خشک ہونا۔

عَقِیۡمٌ : فَعِیۡلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بے برکت۔ بانجھ۔ سخت۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۵۔

ترجمہ

وَلَا یَزَالُ	الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	فِیۡ مِرۡیَۃٍ	مِّنۡہُ	حَتّٰی
اور ہمیشہ رہیں گے	وہ لوگ جنھوں نے	انکار کیا	کسی (نہ کسی) شک میں	اس سے	یہاں تک کہ

تَاۡتِیَہُمُ	السَّاعَۃُ	بَغۡتَۃً	اَوۡ یَاۡتِیَہُمۡ	عَذَابُ یَوۡمٍ عَقِیۡمٍ ﴿۵۵﴾
پہنچے ان کے پاس	وہ گھڑی (یعنی قیامت)	اچانک	یا پہنچے ان کے پاس	ایک بے برکت دن کا عذاب

اَلۡمُلۡکُ	یَوۡمَئِذٍ	لِّلّٰہِ ؕ	یَحۡکُمُ	بَیۡنَہُمۡ ؕ	فَالَّذِیۡنَ	اٰمَنُوۡا
کل بادشاہت	اس دن	اللہ کے لیے ہوگی	وہ فیصلہ کرے گا	ان کے درمیان	پھر وہ لوگ جو	ایمان لائے

وَعَمِلُوا	الصّٰلِحٰتِ	فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ﴿۵۶﴾	وَالَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡا	وَکَذَّبُوۡا
اور عمل کئے	نیکیوں کے	سدا بہار باغات میں ہوں گے	اور وہ لوگ جنھوں نے	انکار کیا	اور جھٹلایا

بِاٰیٰتِنَا	فَاُولٰٓئِکَ	لَہُمۡ	عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۵۷﴾ ع	وَالَّذِیۡنَ	ہَاجَرُوۡا
ہماری نشانیوں کو	تو وہ لوگ ہیں	جن کے لیے	ایک ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا	اور جنھوں نے	ہجرت کی

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ	ثُمَّ	قُتِلُوۡۤا	اَوۡ	مَاتُوۡا	لَیَرۡزُقَنَّہُمُ	اللّٰہُ
اللہ کی راہ میں	پھر	وہ قتل کئے گئے	یا	مر گئے	تو لازماً روزی دے گا ان کو	اللہ

رِزْقًا حَسَنًا ط	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهُوَ	خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝٥٨	لَيُدْخِلَنَّهُمْ 1332
جیسا خوبصورت روزی کا حق ہے	اور بے شک اللہ	یقیناً وہی	روزی دینے والوں کا بہترین ہے	وہ لازماً داخل کرے گا ان کو

مُّدْخَلًا	يَّرْضَوْنَهٗ ط	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَعَلِيْمٌ	حَلِيْمٌ ۝٥٩
داخل کرنے کی ایسی جگہ میں	وہ لوگ پسند کریں گے جس کو	اور بیشک اللہ	یقیناً جاننے والا ہے	بردبار ہے

آیت نمبر (60 تا 65)

ذٰلِكَ ج	وَمَنْ	عَاقَبَ	بِمِثْلِ مَا	عُوْقِبَ	بِهٖ	ثُمَّ	بُغِيَ	عَلَيْهِ
یہ ہے	اور جو	بدلہ لے	اس کے جیسا	اس پر زیادتی کی گئی	جیسی	پھر	چڑھائی کی گئی	اس پر

لَيَنْصُرَنَّهُ	اللّٰهُ ط	اِنَّ اللّٰهَ	لَعَفُوٌّ	غَفُوْرٌ ۝٦٠	ذٰلِكَ
تو لازماً مدد کرے گا اس کی	اللہ	بیشک اللہ	یقیناً بے انتہا درگزر کرنے والا ہے	بخشنے والا ہے	یہ

بِاَنَّ	اللّٰهَ	يُوْلِجُ	الَّيْلَ	فِي النَّهَارِ	وَيُوْلِجُ	النَّهَارَ	فِي الَّيْلِ
اس سبب سے کہ	اللہ	داخل کرتا ہے	رات کو	دن میں	اور داخل کرتا ہے	دن کو	رات میں

وَاَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ	بَصِيْرٌ ۝٦١	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	هُوَ الْحَقُّ
اور یہ کہ	اللہ	سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	یہ	اس سبب سے کہ	اللہ	ہی حق ہے

وَاَنَّ	مَا	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	هُوَ الْبَاطِلُ	وَاَنَّ	اللّٰهَ
اور یہ کہ	وہ جس کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ	وہ ہی باطل ہے	اور یہ کہ	اللہ

هُوَ الْعَلِيُّ	الْكَبِيْرُ ۝٦٢	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ	اللّٰهَ	اَنْزَلَ	مِنَ السَّمَآءِ
ہی بالاتر ہے	بڑا ہے	کیا تو نے دیکھا ہی نہیں	کہ	اللہ نے	اتارا	آسمان سے

مَآءً ز	فَتُصْبِحُ	الْاَرْضُ	مُخْضَرَّةً ط	اِنَّ اللّٰهَ	لَطِيْفٌ	خَبِيْرٌ ۝٦٣ ج
کچھ پانی	تو ہو جاتی ہے	زمین	سرسبز ہو جانے والی	بیشک اللہ	باریک بین ہے	باخبر

لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ ط	وَاِنَّ اللّٰهَ	لَهُوَ	الْغَنِيُّ
اس کا ہی ہے	وہ جو	آسمان میں ہے	اور وہ جو	زمین میں ہے	اور بیشک اللہ	یقیناً وہ ہی ہے	بے نیاز

الْحَمِيْدُ ۝٦٤ ع	اَلَمْ تَرَ	اَنَّ اللّٰهَ	سَخَّرَ	لَكُمْ	مَّا	فِي الْاَرْضِ	وَالْفُلْكَ
حمد کیا ہوا	کیا تو نے دیکھا ہی نہیں	کہ اللہ نے	مسخر کیا	تم لوگوں کے لیے	اس کو جو	زمین میں ہے	اور کشتی کو

تَجْرِيْ	فِي الْبَحْرِ	بِاَمْرِهٖ ط	وَيُمْسِكُ	السَّمَآءَ	اَنْ	تَقَعَ
وہ چلتی ہے	سمندر میں	اس کے حکم سے	اور وہ تھامتا ہے	آسمان کو	کہ (کہیں)	وہ گر پڑے

عَلَى الْاَرْضِ	اِلَّا	بِاِذْنِهٖ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	بِالنَّاسِ	لَرَءُوْفٌ	رَّحِيْمٌ ﴿۶۵﴾ 1332
زمین پر	مگر	اس کی اجازت سے	بیشک اللہ	لوگوں پر	یقیناً بے انتہا نرمی کرنے والا ہے	ہر حال میں رحم کرنے والا ہے

نوٹ: 1 ایک شخص نے اپنے دشمن سے برابر برابر بدلہ لے لیا جس کا تقاضہ یہ تھا کہ اب دونوں برابر ہو گئے آگے یہ سلسلہ ختم ہو۔ مگر دشمن نے مشتعل ہو کر مزید ظلم کیا تو یہ شخص پھر مظلوم ہی رہ گیا۔ اس آیت میں ایسے مظلوم کی امداد کا وعدہ ہے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ آدمی پہلے ہی ظلم پر صبر کرے، معاف کر دے اور بدلہ نہ لے۔ قرآن کریم کی متعدد ہدایات کے مطابق اس طرز عمل کا افضل ہونا ثابت ہے۔ شخص مذکور نے برابر کا بدلہ لیا تو اس نے افضل قرآنی ہدایات پر عمل ترک کر دیا۔ اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ اب یہ شاید اللہ کی نصرت سے محروم ہو جائے۔ اس لیے آخری آیت میں ارشاد فرمادیا اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص سے افضل پر عمل نہ کرنے کی کوتاہی پر کوئی ماخذہ نہیں فرمائے گا بلکہ اب بھی اگر مخالف نے اس پر دوبارہ ظلم کیا تو اس کی امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (66 تا 69)

ترجمہ

وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَحْيَاكُمْ	ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ	ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ
اور وہ	وہ ہے جس نے	زندگی دی تم لوگوں کو	پھر وہ مت دے گا تم کو	پھر وہ زندگی دے گا تم کو

اِنَّ الْاِنْسَانَ	لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾	لِكُلِّ اُمَّةٍ	جَعَلْنَا	مَنْسَكًا
بیشک انسان	یقیناً انتہائی ناشکرا ہے	ہر ایک امت کے لیے	ہم نے مقرر کیا	بندگی کا ایک طریقہ

هُمْ	نَاسِكُوْهُ	فَلَا يُنَازِعُنَّكَ	فِي الْاَمْرِ
وہ لوگ	بندگی کرنے والے ہیں اس (طریقے) سے	پس وہ لوگ ہرگز جھگڑا نہ کریں آپ ؐ سے	اس معاملہ میں

وَادْعُ	اِلٰى رَبِّكَ ؕ	اِنَّكَ	لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۶۷﴾	وَاِنْ
اور آپ ؐ دعوت دیں	اپنے رب کی طرف	بیشک آپ ؐ	یقیناً سیدھی رہنمائی پر ہیں	اور اگر

جٰدَلُوْكَ	فَقُلِ	اللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۸﴾	اَللّٰهُ	يَحْكُمُ
وہ لوگ بحث کریں آپ ؐ سے	تو آپ کہیے	اللہ	خوب جانتا ہے	اس کو جو	تم لوگ کرتے ہو	اللہ	فیصلہ کرے گا

بَيْنَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فِيْمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۶۹﴾
تم لوگوں کے درمیان	قیامت کے دن	اس چیز (کے بارے) میں	تم لوگ	جس میں	اختلاف کرتے ہو

نوٹ: 1 آیت۔ 67۔ کا مفہوم یہ ہے کہ مخالفین اسلام جو شریعت محمدیہ کے احکام میں بحث کرتے ہیں اور بنیاد یہ ہوتی ہے کہ ان کے مذہب میں وہ احکام نہ تھے تو وہ سن لیں کہ پچھلی کسی شریعت و کتاب سے نئی شریعت کا معارضہ کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو اس کے وقت میں خاص

شریعت و کتاب دی۔ جس کا اتباع اس امت پر اس وقت تک درست تھا جب تک کوئی دوسری امت اور دوسری شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف
1332
سے نہ آ گئی اور جب دوسری شریعت آ گئی تو اتباع اس جدید شریعت کا کرنا ہے۔ اگر اس کا کوئی حکم پہلی شریعت کے مخالف ہے تو پہلے حکم کو منسوخ سمجھا جائے گا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (70 تا 72)

س ط و

(ن) سَطْوًا کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۷۲۔

ترجمہ

اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي السَّمَآءِ	وَالْاَرْضِ ط
کیا تو نے جانا ہی نہیں	کہ اللہ	جانتا ہے	اس کو جو	آسمان میں	اور زمین میں ہے

اِنَّ ذٰلِكَ	فِيْ كِتٰبٍ ط	اِنَّ ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرٌ ﴿۷۰﴾	وَيَعْبُدُوْنَ
بیشک یہ	ایک کتاب میں ہے	بیشک یہ	اللہ پر	آسان ہے	اور وہ لوگ بندگی کرتے ہیں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّمَا	لَيْسَ لَهُمْ
اللہ کے علاوہ	اس کی	اس نے اتاری ہی نہیں	جس کی	کوئی سند	اور اس کی	نہیں ہے ان کے لیے

بِهٖ	عِلْمٌ ط	وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۷۱﴾	وَاِذَا	تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
جس کا	کوئی علم	اور نہیں ہے ظالموں کے لیے	کوئی بھی مددگار	اور جب بھی	پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو

اٰيٰتُنَا	بَيِّنٰتٍ	تَعْرِفُ	فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ	كَفَرُوا	الْمُنْكَرَ ط
ہماری آیتیں	واضح ہوتے ہوئے	تو آپ پہچانیں گے	ان کے چہروں میں جنہوں نے	انکار کیا	ناگواری کو

يَكَادُوْنَ	يَسْطُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِنَا ط	قُلْ
وہ ایسے لگتے ہیں کہ	حملہ کر کے مغلوب کریں	ان کو جو	پڑھ کر سناتے ہیں ان کو	ہماری آیتیں	آپ کہیے

اَفَاُنَبِّئُكُمْ	بِشَرٍّ	مِّنْ ذٰلِكُمْ ط	اَلنَّارُ ط
تو کیا میں خبر دوں تم لوگوں کو	ایک ایسی برائی کی جو	اس سے (زیادہ بری) ہے	(وہ) آگ ہے

وَعَدَهَا	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا ط	وَبِئْسَ	الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ ع
وعدہ کیا جس کا	اللہ نے	ان سے جنہوں نے	انکار کیا	اور کتنی بری ہے وہ	لوٹنے کی جگہ

آیت نمبر (73 تا 76)

ذ ب ب

(ن) ذَبًّا کسی سے کوئی چیز دفع کرنا۔ مکھی اڑانا

1332

ذُبَابٌ　　مکھی۔ زیر مطالعہ آیت۔73۔

س ل ب

(ن)　　سَلْبًا　　کوئی چیز زبردستی لے لینا۔ چھیننا۔ زیر مطالعہ آیت۔73۔

ترجمہ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ	ضُرِبَ	مَثَلٌ	فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	اِنَّ الَّذِيْنَ
اے لوگو	بیان کی گئی	ایک مثال	تو تم لوگ غور سے سنو	اس کو	بیشک وہ جن کو

تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَنْ يَّخْلُقُوْا	ذُبَابًا	وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا
تم لوگ پکارتے ہو	اللہ کے علاوہ	ہرگز پیدا نہیں کریں گے	ایک مکھی	اور اگرچہ وہ سب اکٹھا ہوں

لَهٗ	وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ	الذُّبَابُ	شَيْـًٔا	لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ
اس کے لیے	اور اگر چھین لے ان سے	مکھی	کوئی چیز	تو وہ چھڑا نہ سکیں گے اس (چیز) کو

مِنْهُ	ضَعُفَ	الطَّالِبُ	وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾	مَا قَدَرُوا	اللّٰهَ
اس (مکھی) سے	لاچار ہوا	طلب کرنے والا	اور جس سے طلب کیا گیا	ان لوگوں نے قدر نہیں کی	اللہ کی

حَقَّ قَدْرِهٖ	اِنَّ اللّٰهَ	لَقَوِيٌّ	عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾	اَللّٰهُ	يَصْطَفِيْ
جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے	بیشک اللہ	یقیناً قوت والا ہے	بالادست ہے	اللہ	چن لیتا ہے

مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ	رُسُلًا	وَّمِنَ النَّاسِ	اِنَّ اللّٰهَ	سَمِيْعٌۢ
فرشتوں میں سے	کچھ پیغام پہنچانے والوں کو	اور انسانوں میں سے (بھی)	بیشک اللہ	سننے والا ہے

بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾	يَعْلَمُ	مَا	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا	خَلْفَهُمْ
دیکھنے والا ہے	وہ جانتا ہے	اس کو جو	ان کے آگے ہے	اور اس کو جو	ان کے پیچھے ہے

وَاِلَى اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾
اور اللہ کی طرف ہی	لوٹائے جائیں گے	تمام معاملات

نوٹ:1 کسی کلام کی بلاغت کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرے یعنی ایسی بات کہے جو پہلے نہیں کہی گئی۔ بلاغت کی اس صفت کے لیے اختراع کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اور زیر مطالعہ آیت۔۷۳۔ اس کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ جن لوگوں کی عربی ادب اور شاعری پر نظر ہے وہ اعتراف کرتے ہیں کہ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ کی حقیقت کی وضاحت اور اس کے لیے ایسی مثال پہلے کبھی نہیں دی گئی (حافظ احمد یار صاحب مرحوم)

نوٹ:1 ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ میں نہایت بلیغ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ انسان کسی کو معبود مانتا ہے تو اس وجہ سے مانتا ہے کہ اس سے اس کا ضعف و ناتوانی کا مداوا ہوتا ہے لیکن ان نادانوں نے اپنا معبود ان کو بنایا ہے جو ان سے بھی بڑھ کر عاجز و بے بس ہیں۔ یہ لوگ اس پر

تو قادر ہیں کہ اپنے چہرے سے مکھی ہانک سکتے ہیں۔ لیکن ان کے معبود بے چارے اپنے چہرے سے مکھی بھی ہانک سکنے پر قادر نہیں ہیں۔ پھر آگے بتایا کہ ان نادانوں نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر جو ان کی پوجا شروع کر رکھی ہے، یہ محض ان کی حماقت اور خدا کی شان سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ فرشتے خدا کی بیٹیاں اور اس کے شریک نہیں ہیں بلکہ اس کے بندے ہیں۔ اگر ان کو کوئی مرتبہ حاصل ہے تو یہ ہے کہ جس طرح وہ انسانوں میں سے خاص خاص بندوں کو وہ اپنا پیغمبر بناتا ہے اس طرح فرشتوں میں سے اپنے خاص خاص بندوں یعنی فرشتوں کو اپنے پیغمبروں کے پاس اپنا قاصد بنا کر بھیجتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (77 تا 78)

ترجمہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اٰمَنُوا	ارْكَعُوْا	وَاسْجُدُوْا	وَاعْبُدُوْا	رَبَّكُمْ
اے وہ لوگو جو	ایمان لائے	تم لوگ رکوع کرو	اور سجدہ کرو	اور بندگی کرو	اپنے رب کی

وَافْعَلُوا	الْخَيْرَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ ﴿77﴾ السجدۃ	وَجَاهِدُوْا
اور عمل کرو	بھلائی کے	شاید تم لوگ	فلاح پاؤ	اور تم لوگ جدوجہد کرو

فِي اللّٰهِ	حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ	هُوَ	اجْتَبٰىكُمْ	وَمَا جَعَلَ	عَلَيْكُمْ
اللہ (کی راہ) میں	جیسا اس کی جدوجہد کا حق ہے	اس نے	پسند کیا تم کو	اور اس نے نہیں بنائی	تم لوگوں پر

فِي الدِّيْنِ	مِنْ حَرَجٍ ؕ	مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ	هُوَ	سَمّٰىكُمُ
دین میں	کوئی بھی تنگی	(پیروی کرو) اپنے باپ ابراہیمؑ کے دین کی	اس نے	نام رکھا تم لوگوں کا

الْمُسْلِمِيْنَ ۙ	مِنْ قَبْلُ	وَفِيْ هٰذَا	لِيَكُوْنَ	الرَّسُوْلُ	شَهِيْدًا
مسلمین (یعنی فرمانبرداری کرنے والے)	اس سے پہلے	اور اس (قرآن) میں	تاکہ ہوجائیں	یہ رسولؐ	گواہ

عَلَيْكُمْ	وَتَكُوْنُوْا	شُهَدَآءَ	عَلَى النَّاسِ ۚۖ	فَاَقِيْمُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتُوا
تم لوگوں پر	اور تم لوگ ہوجاؤ	گواہ	لوگوں پر	پس تم لوگ قائم کرو	نماز	اور پہنچاؤ

الزَّكٰوةَ	وَاعْتَصِمُوْا	بِاللّٰهِ ؕ	هُوَ	مَوْلٰىكُمْ ۚ	فَنِعْمَ
زکوٰۃ	اور تم لوگ مضبوطی سے تھام لو	اللہ کو	وہ	تمہارا کارساز ہے	تو کتنا ہی اچھا ہے

الْمَوْلٰى	وَنِعْمَ	النَّصِيْرُ ﴿78﴾ ع
کارساز	اور کتنا ہی اچھا	مددگار

نوٹ: 1 سورہ بقرہ کی آیت 143۔ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو ایک امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگ گواہ ہوجاؤ لوگوں پر اور یہ رسولؐ گواہ ہو جائیں تم لوگوں پر۔ یہی بات یہاں تک ایک مختلف پیرائے میں کہی گئی ہے اور ساتھ ہی اس ذمہ داری سے عہدہ براء ہونے کے لیے ہدایات بھی دی گئیں ہیں۔ سب سے پہلے رکوع و سجود کا حکم ہوا۔ یہ نماز کی تعبیر ہے۔ ان الفاظ سے جب نماز کی تعبیر کی جاتی ہے تو اس میں وقت پر نماز کی

ادائیگی کے ساتھ نمازوں میں شغف اور انہماک کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے جس کا اہتمام ذمہ داریوں کا اہل بننے کے لیے ضروری ہے۔ پھر
1332
فرمایا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ یعنی زندگی کے سارے گوشوں میں خدا کی ہی بندگی اور اسی کی اطاعت کرو۔ اس کے آگے ہے وَافْعَلُوا الْخَيْرَ یعنی مزید نیکیاں اور بھلائیاں بھی کرو۔ یہ ان نیکیوں اور بھلائیوں کی طرف اشارہ ہے جو اگرچہ فرض نہیں ہیں لیکن وہ فضائل میں داخل ہیں اور زندگی کو سنوارنے میں ان کو بڑا دخل ہے۔ پھر فرمایا وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ اوپر کی اخلاقی و روحانی تیاری کے ساتھ ساتھ یہ عملی جدوجہد کی ہدایت ہے۔ یہاں جہاد سے مراد قتال نہیں ہے۔ یہاں جہاد سے مراد ہر وہ جدوجہد ہے جو اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے بندے کے بس میں ہو۔ اس کے آگے حَقَّ جِهَادِهٖ کا اضافہ کیا۔ یعنی یہ جدوجہد نیم دلی اور کمزوری کے ساتھ مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کے لیے جی جان کی بازی لگا دی جائے (تدبر قرآن سے ماخوذ)

میرے خیال میں جی جان کی بازی لگا دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زندگی کی دیگر ذمہ داریوں کو چھوڑ چھاڑ کے انسان صرف دعوت و تبلیغ کی جدوجہد میں لگ جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ اپنے ظروف و احوال میں رہتے ہوئے اس کام کے لیے کچھ نہ کچھ وقت وہ ضرور نکالے۔ اگر روزانہ ممکن نہیں ہے تو کم از کم WEEK ENDS پر وقت ضرور نکالے۔ پھر اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق وہ جو بھی کام کر سکتا ہے اس پر مداومت اختیار کرے اور ثابت قدم رہے تو ان شاء اللہ حَقَّ جِهَادِهٖ کا تقاضہ پورا ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہتر عمل وہ ہے جو مستقل ہو خواہ تھوڑا ہو۔ نیز اس سے پہلی آیت میں جن نیک اعمال کا ذکر ہوا ہے وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتے ہیں انہیں اپنے وقت پر سر انجام دینا اور ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا بھی جان کی بازی لگانے کے مترادف ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کاموں سے بھی جان بچاتے پھرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ المؤمنون (23)

آیت نمبر (1 تا 11)

ترجمہ

قَدْ اَفْلَحَ	الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ۱	الَّذِيْنَ	هُمْ	فِيْ صَلَاتِهِمْ	خٰشِعُوْنَ ۙ۲	وَالَّذِيْنَ
مراد پا گئے ہیں	ایمان لانے والے	وہ لوگ	جو	اپنی نماز میں	عاجزی کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ

هُمْ	عَنِ اللَّغْوِ	مُعْرِضُوْنَ ۙ۳	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	لِلزَّكٰوةِ	فٰعِلُوْنَ ۙ۴
جو	بے سود چیز سے	اعراض کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ	جو	زکوۃ کے لیے	عمل کرنے والے ہیں

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	لِفُرُوْجِهِمْ	حٰفِظُوْنَ ۙ۵	اِلَّا	عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ
اور وہ لوگ	جو	اپنی شرمگاہوں کی	حفاظت کرنے والے ہیں	سوائے	اپنی بیویوں پر

اَوْ	مَا	مَلَكَتْ	اَيْمَانُهُمْ	فَاِنَّهُمْ	غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ۶
یا	ان پر جن کے	مالک ہوئے	ان کے داہنے ہاتھ	تو بیشک وہ لوگ	بغیر ملامت کئے ہوئے ہیں

فَمَنِ	ابْتَغٰى	وَرَآءَ ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ	وَالَّذِيْنَ 1332
پھر جس نے	تلاش کیا	اس کے سوا	تو وہ لوگ	ہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ

هُمْ	لِاَمٰنٰتِهِمْ	وَعَهْدِهِمْ	رٰعُوْنَ ⑧	وَالَّذِيْنَ	هُمْ	عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ
جو	اپنی امانتوں کی	اور اپنے وعدے کی	نگرانی کرنے والے ہیں	اور وہ لوگ	جو	اپنی نمازوں کو

يُحَافِظُوْنَ ⑨	اُولٰٓئِكَ	هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ⑩	الَّذِيْنَ	يَرِثُوْنَ
رائیگاں جانے سے بچاتے رہتے ہیں	وہ لوگ	ہی وارث بننے والے ہیں	وہ لوگ جو	وارث ہوں گے

الْفِرْدَوْسَ ؕ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ ⑪
فردوس کے	وہ لوگ	اس میں	ہمیشہ رہنے والے ہیں

نوٹ: 1

قرآن کریم میں عام طور پر لفظ زکوٰۃ اصطلاحی معنی میں آتا ہے یعنی مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔۴۔ میں اس لفظ کے اصطلاحی معنی لینے سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے جبکہ زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی۔ اس کا جواب ابن کثیر اور دیگر مفسرین کی طرف سے یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہو چکی تھی۔ سورۂ مزمل بالاتفاق مکی ہے۔ اس میں بھی اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ کا ذکر موجود ہے مگر سرکاری طور پر اس کے وصول کرنے کا انتظام اور نصابات وغیرہ کی تفصیلات مدینہ جانے کے بعد جاری ہوئیں۔ عام طور پر قرآن کریم میں جہاں زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے تو اس کو فعل اٰتٰى ، يُؤْتِىْ کے کسی صیغہ کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں عنوان بدل کر لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ فرمانا اس کا قرینہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔ اس بنیاد پر بعض مفسرین نے اس جگہ زکوٰۃ کا مضمون عام لغوی معنی میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے۔ (معارف قرآن)

اس جگہ پر زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون کے لفظ سے میرا ذہن اس کے ایک پہلو کی طرف منتقل ہوتا ہے جو آج کل ہم لوگوں کے ذہن سے بڑی حد تک اوجھل ہو چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں کچھ ایسی NGOs اور فلاحی ادارے وجود میں آ گئے ہیں جو ناچ گانے کی محفلیں اور کلچر شو منعقد کر کے فنڈ اکٹھا کرتے ہیں پھر رمضان میں زکوٰۃ لینے اور بقرعید میں قربانی کی کھالیں جمع کرنے بھی آ جاتے ہیں۔ ایسی لوگوں سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ لوگ زکوٰۃ کے پیسے خرچ کرتے وقت اس کے ان مصارف کا خیال رکھیں گے جن کا فیصلہ اللہ نے کسی نبی یا رسول پر بھی نہیں چھوڑا بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا تعین فرمایا۔ (دیکھیں سورۂ توبہ۔ آیت۔۶۰ کا نوٹ۔۱) اس لیے ضروری ہے کہ اس جگہ پر زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون لانے کی اہمیت کی مذکورہ پہلو کو سمجھ کر ہم لوگ ذہن نشین کر لیں۔

اٰتٰى ۔ يُؤْتِىْ ۔ اِيْتَآءً کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو کسی تک پہنچانا۔ پھر دینا یا ادا کرنا اس کے مجازی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے ساتھ بالعموم اسی لفظ کا کوئی صیغہ یا فعل امر استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے ہم سے کہا کہ ہم خود زکوٰۃ کو مستحقین تک پہنچائیں۔ اب ظاہر ہے یہ ایک کام ہے اور اس عمل کا تقاضہ کرتا ہے کہ مستحقین کو تلاش کیا جائے۔ پھر ان سے رابطہ کیا جائے اور زکوٰۃ ان کو پہنچائی جائے۔

اس فرض کی ادائیگی کے اس پہلو کا اجاگر کرنے کے لیے غالباً اس جگہ پر زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) پہلے اسلامی حکومتیں اس عمل کا تقاضہ پورا کرتی تھی اس لیے ان کے کارندوں کو لوگ زکوٰۃ ادا کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاتے تھے۔ لیکن آجکل اسلامی جمہوریہ پر اس ضمن میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہمارے لیے محفوظ ترین راستہ یہ ہے کہ خود زکوٰۃ ایسے مستحقین کو دیں جن کو ہم ذاتی طور پر جانتے ہیں۔ اگر کسی ادارے کو دینا ہو تو کم از کم اتنا ضرور دیکھ لیں کہ وہ لوگ زکوٰۃ خرچ کرنے کے مسائل سے واقف ہوں ان کا پورا لحاظ رکھتے ہوں اور اس ضمن میں روشن خیال نہ ہوں۔ اتنا سا تردو کئے بغیر ہی اگر ہم کسی ادارے کو زکوٰۃ دیتے ہیں تو یہ زکوٰۃ پھینکنے والی بات ہے زکوٰۃ پہنچانے والی بات نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا میں ہم سمجھتے رہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے اور میدان حشر میں پتہ چلے کہ ادا تو کی تھی لیکن پہنچائی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ پچھتاوے سے ہم سب کو اپنی امان میں رکھے۔

آیت نمبر (12 تا 16)

س ل ل

(ن) سَلًّا (1) کسی چیز میں سے کوئی چیز آہستہ آہستہ نکالنا۔ (2) کہیں سے کوئی چیز چپکے سے لے جانا۔

سُلَالَةٌ کسی چیز سے نکالی ہوئی چیز۔ خلاصہ۔ جوہر۔ ست۔ زیر مطالعہ آیت۔ 12۔

(تفعل) تَسَلُّلٌ بھیڑ میں سے چپکے سے کھسک جانا۔ سٹک جانا۔ ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ﴾ ''جان لیا ہے اللہ نے ان کو جو چپکے سے سٹک جاتے ہیں تم میں سے'' (24/النور:63)

ترکیب

(آیت۔13) فعل جَعَلَ کے دو مفعول آتے ہیں۔ کس کو بنایا اور کیا بنایا۔ اس طرح جَعَلْنَا کے ساتھ ضمیر مفعولی اس کا مفعول اول ہے اور نُطْفَةً اس کا مفعول ثانی ہے۔ (آیت۔ ۱۴) فعل خَلَقَ کا ایک ہی مفعول آتا ہے۔ کسی کو پیدا کیا۔ اس لیے عَلَقَةً ۔ مُضْغَةً اور عِظٰمًا مفعول ثانی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ حال ہیں۔ کَسَوْنَا کا مفعول اول اَلْعِظٰمَ ہے اور لَحْمًا کا مفعول ثانی ہے۔ فعل اَنْشَاَ کا بھی ایک مفعول آتا ہے اس لیے خَلْقًا اٰخَرَ حال ہے۔

ترجمہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا	الْاِنْسَانَ	مِنْ سُلٰلَةٍ	مِّنْ طِيْنٍ ۚ﴿١٢﴾	ثُمَّ جَعَلْنٰهُ
اور بیشک ہم نے پیدا کیا	انسان کو	ایک جوہر سے	مٹی میں سے	پھر ہم نے بنایا اس کو

نُطْفَةً	فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾	ثُمَّ خَلَقْنَا	النُّطْفَةَ	عَلَقَةً	فَخَلَقْنَا
ایک نطفہ	ایک مضبوط ٹھکانے میں	پھر ہم نے پیدا کیا	نطفہ کو	ایک جما ہوا خون ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پیدا کیا

الْعَلَقَةَ	مُضْغَةً	فَخَلَقْنَا	الْمُضْغَةَ	عِظٰمًا	فَكَسَوْنَا
جمے ہوئے خون کو	ایک گوشت کی بوٹی ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پیدا کیا	گوشت کی بوٹی کو	ہڈیاں ہوتے ہوئے	پھر ہم نے پہنایا

الْعِظٰمَ	لَحْمًا	ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ	خَلْقًا اٰخَرَ	فَتَبٰرَكَ	اللّٰهُ	اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾
ہڈیوں کو	کچھ گوشت	پھر ہم نے اٹھایا اس کو	ایک دوسری مخلوق ہوتے ہوئے	تو برکت کا سرچشمہ ہوا	اللہ	جو پیدا کرنے والوں کا سب سے احسن ہے

ثُمَّ اِنَّكُمْ	بَعْدَ ذٰلِكَ	لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾	ثُمَّ اِنَّكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ 1332
پھر بیشک تم لوگوں کو	اس کے بعد	یقیناً مردہ ہونا ہے	پھر بیشک تم لوگ	قیامت کے دن	(دوبارہ) اٹھائے جاؤ گے

نوٹ: 1 حضرت ابن عباسؓ اور دیگر ائمہ کرام نے خَلْقًا اٰخَرَ کی تفسیر نفخ روح سے فرمائی۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ غالباً اس روح سے مراد روح حیوانی ہے کہ وہ بھی مادی اور ایک جسم لطیف ہے جو جسم حیوانی کے ہر ہر جز میں سمایا ہوا ہوتا ہے جس کو طبیب لوگ اور فلسفی لوگ روح کہتے ہیں۔ اس کی تخلیق تمام اعضائے انسانی کی تخلیق کے بعد ہوتی ہے۔ اور روح حقیقی جس کا تعلق عالم ارواح سے ہے، وہیں سے لا کر اس کا کوئی رابطہ روح حیوانی سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے فرما دیتا ہے جس کی حقیقت کو پہچاننا انسان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اس روح حقیقی کی تخلیق تو تمام انسانوں کی تخلیق سے بہت پہلے ہو چکی ہے۔ ان ہی ارواح کو اللہ تعالیٰ نے ازل میں جمع کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ فرمایا۔ اس کا تعلق جسم انسانی کے ساتھ تخلیق اعضاء انسانی کے بعد ہوتا ہے۔ اس جگہ نفخ روح سے اگر یہ مراد لی جائے کہ روح حیوانی کے ساتھ روح حقیقی کا تعلق اس وقت فرمایا گیا تو یہ بھی ممکن ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (17 تا 22)

د ھ ن

(ن)	دَهْنًا	(1) سر میں تیل لگانا۔ (2) کسی چیز کو تر کرنا۔ نرم کرنا۔
	دُهْنٌ	کسی چیز کا تیل یا چربی۔ زیر مطالعہ آیت ۲۰۔
	دِهَانٌ	تیل کی تلچھٹ۔ ﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾﴾ (55/ الرحمن: 37) ''تو ہو جائے گا۔ گلابی جیسے تیل کی تلچھٹ''
(افعال)	اِدْهَانٌ	نرم ہونا۔ ڈھیلا پڑنا۔ ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾﴾ (68/ القلم: 9) ''وہ لوگ چاہتے ہیں اگر آپ ڈھیلے پڑیں تو وہ لوگ ڈھیلے پڑیں گے''
	مُدْهِنٌ	اسم الفاعل ہے۔ نرم ہونے والا۔ ڈھیلا پڑنے والا۔ ﴿اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾﴾ (56/ الواقعہ: 81) ''تو کیا اس بات سے تم لوگ ڈھیلے پڑنے والے ہو''

ترجمہ

وَلَقَدْ خَلَقْنَا	فَوْقَكُمْ	سَبْعَ طَرَآئِقَ	وَمَا كُنَّا	عَنِ الْخَلْقِ
اور بیشک ہم نے پیدا کئے ہیں	تم لوگوں کے اوپر	سات راستے	اور ہم نہیں ہیں	مخلوق سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾	وَاَنْزَلْنَا	مِنَ السَّمَآءِ	مَآءً	بِقَدَرٍ	فَاَسْكَنّٰهُ
غفلت برتنے والے	اور ہم نے اتارا	آسمان سے	کچھ پانی	ایک اندازے سے	پھر ہم نے ٹھہرایا اس کو

فِي الْاَرْضِ	وَ	اِنَّا	عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ	لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾	فَاَنْشَاْنَا
زمین میں	حالانکہ	بیشک ہم	اس کو لے جانے پر	یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں	پھر ہم نے اگایا

لَكُمْ	بِهٖ	جَنّٰتٍ	مِّنْ نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ	لَكُمْ	فِيْهَا
تمہارے لیے	اس سے	کچھ باغات	جیسے کھجوروں کے	اور انگوروں کے	تمہارے لیے	ان میں

فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ	وَّمِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾	وَشَجَرَةً	332تَخْرُجُ
کثرت سے میوے ہیں	اور ان میں سے	تم لوگ کھاتے ہو	اور (ہم نے اگایا) ایک ایسا درخت جو	نکلتا ہے

مِنْ طُوْرِ سَيْنَاۗءَ	تَنْۢبُتُ	بِالدُّهْنِ	وَصِبْغٍ	لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾
سینا کے کوہ طور سے	وہ اگتا ہے	تیل کے ساتھ	اور سالن کے ساتھ	کھانے والوں کے لیے

وَاِنَّ لَكُمْ	فِي الْاَنْعَامِ	لَعِبْرَةً	نُسْقِيْكُمْ	مِّمَّا
اور بیشک تمہارے لیے	مویشیوں میں	یقیناً ایک عبرت ہے	ہم پینے کے لیے دیتے ہیں تم کو	اس میں سے جو

فِيْ بُطُوْنِهَا	وَلَكُمْ	فِيْهَا	مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ	وَّمِنْهَا
ان کے پیٹوں میں ہے	اور تمہارے لیے	ان میں	بہت سے (دوسرے) فائدے ہیں	اور ان میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾	وَعَلَيْهَا	وَعَلَى الْفُلْكِ	تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾
تم لوگ کھاتے (بھی) ہو	اور ان پر	اور کشتیوں پر	تم لوگ سوار کئے جاتے ہو

نوٹ:1

سات راستوں سے غالباً مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں اور چونکہ اس زمانے میں انسان سبع سیارہ سے ہی واقف تھا اس لیے سات ہی رستوں کا ذکر کیا گیا۔ اس کے معنی بہر حال یہ نہیں ہیں کہ اس کے علاوہ اور دوسرے راستے نہیں ہے ں۔ اور مخلوق سے غافل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی مخلوق کی کسی حاجت سے اور کسی کی حالت سے ہم کبھی بے خبر نہیں رہے۔ کسی چیز کو ہم نے اپنے منصوبے کے خلاف بننے اور چلنے نہیں دیا۔ کسی چیز کی فطری ضروریات فراہم کرنے میں ہم نے کوتاہی نہیں کی۔ اور ایک ایک ذرے اور ایک ایک پتے کی حالت سے ہم باخبر رہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ:2

آسمان سے پانی اتارنے سے مراد اگرچہ موسمی بارش بھی ہوسکتی ہے لیکن آیت کے الفاظ پر غور کرنے سے ایک دوسرا مطلب بھی سمجھ میں آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ آغاز آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت اتنی مقدار میں پانی زمین پر نازل فرما دیا تھا جو قیامت تک اس کرۂ ارض کی ضروریات کے لیے اس کے علم میں کافی تھا۔ وہ پانی زمین کے نشیبی حصوں میں ٹھہر گیا جس سے سمندر وجود میں آئے اور زیر زمین پانی پیدا ہوا۔ اب یہ اسی پانی کا الٹ پھیر ہے جو گرمی سردی اور ہواؤں کے ذریعے سے ہوتا رہتا ہے۔ اسی پانی کو بارشیں، برف پوش پہاڑ، دریا، چشمے اور کنویں زمین کے مختلف حصوں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ شروع سے آج تک پانی کے اس ذخیرے میں ایک قطرے کی بھی کمی یا اضافہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پانی کی حقیقت آج ہر مدرسہ کے طالبعلم کو معلوم ہے کہ وہ ہائیڈروجن اور آکسیجن، دو گیسوں کے امتزاج سے بنا ہے۔ ایک دفعہ اتنا بن گیا کہ اس سے سمندر بھر گئے اور اب اس کے ذخیرے میں ایک قطرے کا بھی اضافہ نہیں ہوتا۔ وہ کون ہے جس نے ایک وقت میں اتنی ہائیڈروجن اور آکسیجن ملا کر اتنا پانی بنا دیا وہ کون ہے جو اب انہی دو گیسوں کو اس خاص تناسب سے نہیں ملنے دیتا جس سے پانی بنتا ہے حالانکہ دونوں گیسیں اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اور جب پانی بھاپ بن کر ہوا میں اڑ جاتا ہے تو اس وقت کون ہے جو ہائیڈروجن اور آکسیجن کو الگ الگ ہونے سے روکے رکھتا ہے کیا دہریوں کے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ (تفہیم القرآن)

اس وضاحت اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ کا مطلب بھی پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی سے گیسوں کو الگ الگ کردے تو گیسیں باقی رہ جائیں گی اور پانی ختم ہوجائے گا۔

آیت نمبر (23 تا 26)

ترجمہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا
اور بیشک ہم بھیج چکے ہیں	نوحؑ کو	ان کی قوم کی طرف	توانہوں نے کہا	اے میری قوم	تم لوگ بندگی کرو

اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ ۭ	اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿23﴾	فَقَالَ
اللہ کی	نہیں ہے تمہارے لیے	کوئی بھی الٰہ	اس کے علاوہ	توکیا تم لوگ (اس کی ناراضگی سے) نہیں بچوگے	تو کہا

الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ قَوْمِهٖ	مَا هٰذَآ	اِلَّا	بَشَرٌ	مِّثْلُكُمْ ۙ
ان کے سرداروں نے جنہوں نے	انکار کیا	ان کی قوم میں سے	نہیں ہیں یہ	مگر	ایک بشر	تم لوگ جیسے

يُرِيْدُ	اَنْ	يَّتَفَضَّلَ	عَلَيْكُمْ ۭ	وَلَوْ	شَاۗءَ	اللّٰهُ	لَاَنْزَلَ
وہ ارادہ رکھتے ہیں	کہ	وہ فضیلت حاصل کریں	تو لوگوں پر	اور اگر	چاہتا	اللہ	تو اس نے اتارے ہوتے

مَلٰۗئِكَةً ښ	مَّا سَمِعْنَا	بِهٰذَا	فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿24﴾	اِنْ	هُوَ
کچھ فرشتے	ہم نے نہیں سنا	اس کے بارے میں	اپنے پہلے آباؤاجداد (کے قصوں) میں	نہیں ہے	وہ

اِلَّا	رَجُلٌۢ	بِهٖ	جِنَّةٌ	فَتَرَبَّصُوْا	بِهٖ	حَتّٰى حِيْنٍ ﴿25﴾
مگر	ایک آدمی	اس کے ساتھ	کوئی دیوانگی ہے	توتم لوگ انتظار کرو	اس کے بارے میں	کچھ مدت تک

قَالَ	رَبِّ	انْصُرْنِيْ	بِمَا	كَذَّبُوْنِ ﴿26﴾
(نوحؑ نے) کہا	اے میرے رب	تو نصرت کر میری	بسبب اس کے جو	ان لوگوں نے جھٹلایا مجھ کو

نوٹ: 1

تورات اور قرآن دنوں میں رسولوں کی تاریخ کا آغاز حضرت نوحؑ ہی سے ہوتا ہے۔ یہاں جس مقصد سے یہ سرگزشت بیان ہورہی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا اس دنیا کو پیدا کر کے اس سے بے تعلق ہو بیٹھا ہے وہ خدا کو بالکل غلط سمجھے ہیں۔ خدا نے ہمیشہ اس کی مادی پرورش کا بھی انتظام فرمایا ہے اور اس کی روحانی واخلاقی اصلاح کے لیے اپنے رسول بھی بھیجے ہیں۔ جن لوگوں نے ان رسولوں کی تکذیب کی خدا نے اتمام حجت کے بعد ان کو ہلاک کر دیا اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کو نجات وفلاح بخشی۔ اس دنیا کے ساتھ خدا کا یہ معاملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ایک ایسا دن بھی لائے گا جب وہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (23 تا 30)

ترجمہ

فَاَوْحَيْنَآ	اِلَيْهِ	اَنِ	اصْنَعِ	الْفُلْكَ	بِاَعْيُنِنَا
تو ہم نے وحی کی	انؑ کی طرف	کہ	آپ تیار کریں	کشتی	ہماری آنکھوں (کے سامنے) سے

وَوَحْيِنَا	فَاِذَا	جَآءَ	اَمْرُنَا	وَفَارَ	التَّنُّوْرُ ۙ	فَاسْلُكْ	فِيْهَا
اور ہماری وحی سے	پھر جب	آجائے	ہمارا حکم	اور ابل پڑے	تنور	تو آپؑ ڈال دیں	اس میں

مِنْ كُلٍّ	زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ	وَاَهْلَكَ	اِلَّا مَنْ	سَبَقَ	عَلَيْهِ	الْقَوْلُ
ان میں سے	دو جوڑوں کو	اور اپنے گھر والوں کو	سوائے اس کے	پہلے ہو چکا	جس کے خلاف	فیصلہ

مِنْهُمْ ۚ	وَلَا تُخَاطِبْنِيْ	فِي الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا ۚ	اِنَّهُمْ
ان میں سے	اور آپؑ خطاب نہ کریں مجھ سے	ان کے بارے میں جنہوں نے	ظلم کیا	بیشک وہ لوگ

مُّغْرَقُوْنَ ۝27	فَاِذَا	اسْتَوَيْتَ	اَنْتَ	وَمَنْ	مَّعَكَ
غرق کئے جانے والے ہیں	پھر جب	آپؑ متمکن ہو جائیں	آپؑ	اور وہ جو	آپؑ کے ساتھ ہیں

عَلَى الْفُلْكِ	فَقُلِ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ الَّذِيْ	نَجّٰىنَا
کشتی پر	تو آپؑ کہیں	تمام شکر و سپاس	اس اللہ کے لیے ہے جس نے	نجات دی ہم کو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝28	وَقُلْ	رَّبِّ	اَنْزِلْنِيْ	مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا	وَّاَنْتَ
ظالم قوم سے	اور آپؑ کہیں	اے میرے رب	تو اتار مجھ کو	ایک برکت دی ہوئی اتارنے کی جگہ میں	اور تو

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝29	اِنَّ	فِيْ ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	وَّاِنْ	كُنَّا	لَمُبْتَلِيْنَ ۝30
اتارنے والوں کا بہترین ہے	بیشک	اس میں	یقیناً کچھ نشانیاں ہیں	اور بیشک	ہم ہیں	یقیناً آزمانے والے ہیں

نوٹ: 1

لفظ تنور کے متعدد معانی مراد لیے گئے ہیں۔ لیکن کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ قرآن کے الفاظ کو بغیر کسی قرینے کے مجازی معنوں میں لیا جائے جبکہ ظاہری مفہوم لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ الفاظ پڑھ کر ابتداء جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہی ہے کہ کوئی خاص تنور پہلے سے نامزد کر دیا گیا تھا کہ طوفان کا آغاز اس کے نیچے سے پانی ابلنے پر ہوگا۔ دوسرے معنی سوچنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جبکہ آدمی یہ ماننے کے لیے تیار نہ ہو کہ اتنا بڑا طوفان ایک تنور کے نیچے سے پانی ابل پڑنے پر شروع ہوا ہوگا۔ مگر خدا کے معاملات عجیب ہیں۔ وہ جب کسی قوم کی شامت لاتا ہے تو ایسے رخ سے لاتا ہے جدھر اس کا وہم و گمان بھی نہیں جا سکتا۔ (تفہیم القرآن)